اعجاز القرآن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰه رَبِّی وَ مُحَمَّدٌ حَبِیْبِیْ

معجزہ خدائے تعالیٰ کی مرضی و ناراضی کے سمجھنے سے انسانی عقل قاصر ہے ۔ لہٰذا خدائے تعالیٰ اپنے احکام و اوامر ہی ایک عالی استعداد غیر معمولی فطرت والے انسان پر نازل فرماتا ہے ۔ جس کو رسول یا پیغمبر کہتے ہیں ۔ اس کی اُصولی تعلیم ۔ اس کے مکارم اخلاق ۔ بندگان خدا کی اِصلاح اس کی بے غرضی ۔ اس کی انسانی ہمدردی۔ اس کی راست بازی ۔ اس کی صداقت کے بہترین دلائل سے ہیں ۔ مگر خدائے تعالیٰ مزید تائید اور سہولت اذعان و یقین کی خاطر پیغمبروں کی معجزات سے تائید فرماتا ہے ۔

معجزہ مناسبِ اُمّت: پیغمبروں کے زمانے میں اُمّت کو جس کام میں مہارت ہوتی ہے اُسی فن سے ملتا جلتا معجزہ عطا ہوتا ہے ۔ کیونکہ فنی مہارت کی وجہ سے وہ انسانی کام اور خدا کے کام کو تمیز کر سکتے ہیں ۔ جس فن میں کسی کو مہارت نہ ہو، اس کے اُصول و مبادی سے واقف نہ ہو، اس کی رائے قابلِ اعتداد اور غیر موثق رہتی ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ساحروں اور کاہنوں کا زور تھا تو ان کو عصائے موسیٰ اور یدِ بیضا عطا کیا گیا عندالمقابلہ فرعون اور اس کے اہل دربار کو سحر اور اعجاز موسوی میں تمیز مشکل ہوئی مگر ساحر جو اس فن کے ماہر تھے ، فوراً پکار اُٹھے اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ رَبِّ مُوْسٰی وَ هٰارُوْنَ ۔ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں اطبا کا زور تھا ۔ تو حضرت عیسیٰؑ کو معجزہ عطا کیا گیا ۔ جذامی ، کوڑھی کو اچھا کرنا ، مُردوں کو جلانا ، مٹی کی چڑیاں بنانا اور ان میں دمِ عیسوی پھونک کر زندہ کر کے اڑا دینا ۔

دینِ اَبدی و معجزہِ اَبدی چونکہ گذشتہ زمانہ کے پیغمبر خاص خاص قوموں ، محدود زمانہ

کے لئے مبعوث ہوئے تھے، تو ان کے معجزے بھی وقتی تھے۔ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کافۃ الناس کے لئے مبعوث ہوئے ہیں، اور آپ کا دین قیامت تک رہنے والا ہے تو ان ہزار ہا معجزات، گونا گوں خوارق عادات کے علاوہ جن کی روایت حد تواتر کو پہنچتی ہے۔ قرآن شریف ایک ایسا دائمی معجزہ عطا کیا گیا، جو اس دائمی دین کی تائید کرتا رہے گا۔

وجہِ اعجازِ قرآن: قرآن شریف کس امر میں معجز ہے؟

اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

صرفہ: نظّام جو بڑا ادیب بھی ہے اور فلسفی بھی کہتا ہے کہ قرآن کے جواب دینے کی قوت اللہ تعالیٰ نے حضرت کے اہل زمانہ سے سلب کرلی ہے۔ اس کے خیال میں قرآن کا مثل ممکن تھا۔ مگر سب لوگوں سے وہ قوت ہی سلب کرلی گئی تھی، تو جواب کیونکر دیا جاسکتا۔ اس کا خیال بالکل غلط ہے۔ کیونکہ اس طرح قرآن مجید معجزہ نہ ہوا، بلکہ اللہ تعالیٰ کا فصحا و بلغا سے جواب کی قوت سلب کرلینا معجزہ ہوا۔ افسوس کہ اتنے بڑے ادیب پر قرآن کی حقیقت نہ کھلی۔ ورنہ قرآن کے ایک ایک سورہ ایک ایک آیت پر سر دھنتا۔ قربان ہوتا۔ غالباً وہ قرآن شریف کو سہل ممتنع سمجھ کر اس ورطے میں غوطے کھا رہا ہے کہ قرآن کا مثل ممکن ہے۔ مگر یہ امکان کبھی فعلیت میں نہیں آتا۔

قولِ اکثر: یہ ہم نے بیان کیا کہ پیغمبر کی اُمّت جس فن میں ماہر ہوتی تھی، اسی جنس کا معجزہ پیغمبر کو دیا جاتا تھا۔ حضرت رسالتمآبؐ اس قوم میں پیدا ہوئے تھے جس کو اپنی فصاحت و بلاغت کا بڑا دعویٰ تھا۔ وہ خود کو عرب یعنی فصیح اور دوسروں کو عجم یعنی گونگا کہتی تھی۔ لہٰذا قرآن شریف کی فصاحت و بلاغت معجزہ بنائی گئی۔

لاریب، ہم قرآنِ مجید کو فصاحت و بلاغت میں معجز اور واضح معجز سمجھتے ہیں، مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی جانتے ہیں کہ قرآنِ مجید تمام جہاں کے لیے داعی الی الحق ہے۔ ہر صاحبِ فن ٹھنڈے دل سے قرآن پر غور کرے گا تو قرآن اُسی کے اعتبار میں معجز بن کر چمکے گا۔ فقیر نے چند وجوہِ اعجازِ قرآن کو ”تحفۂ فقیر“ میں نظم کیا ہے۔ جو

ہدیۂ ناظرین ہیں۔ آئندہ اس سے تفصیلی بحث کی جائے گی۔

مرضیِ و نامرضیِ خدا
ظاہر کرتی رسالت ہے
دینِ محمدؐ ہے توحید
سارے جہاں کو دعوت ہے
ایک خدا کو سب پوجیں
سرِ ختمِ نبوت ہے
وجہِ اعجازِ قرآن
حضرت کی امیت ہے
ماضی و مستقبل کی خبر
مملو جس میں صداقت ہے
زیر و زبر کا فرق نہیں
کیا قرآں کی حفاظت ہے
سارے منتر ہوگئے ہیچ
کیسی اثر میں قوت ہے
نغمہ اور الفاظ سلیس
نیز کمالِ فصاحت ہے
کمی زیادت اور تغیر
ناممکن وہ بلاغت ہے
پست و بلند نہیں اس میں
ایک ہی اس کی حالت ہے
اسلوبِ قرآں ہے اور
اور حدیث کی حالت ہے
جس نے دیکھا قرآں کو
وہ تو محوِ حیرت ہے
شانِ خدائی ظاہر ہے
لہجہ میں کیا سطوت ہے
قرآں نے سب دینوں میں
کچھ نہیں چھوڑی وقعت ہے
کرتے دھرم کی ہیں اصلاح
جس میں قرآنیت ہے
سارے جہاں کو زیر کیا
کیا قوت کیا عظمت ہے

امیّتِ رسولِ کریم: حضرت کے زمانہ میں عرب میں تعلیم کا رواج اور لکھنے پڑھنے کی واقفیت ہی کم تھی نہ مدارس تھے نہ مکاتب، خال خال کوئی مذہبی پیشوا لکھنا پڑھنا جانتا تھا۔ بعض بعض تجارت پیشہ یا سردارِ قوم کچھ کچھ کتابت سے واقف تھے۔ پھر حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ ابھی شکمِ مادر ہی میں تھے کہ حضرت کے والد ماجد عبداللہ کا انتقال ہوگیا۔ چار سال

کے تھے کہ والدہ ماجدہ بی بی آمنہ کا بھی انتقال ہوگیا ۔ چھ سال کے تھے کہ جد امجد عبدالمطلب کا بھی انتقال ہوگیا ۔ پھر تعلیم و تربیت کرتا تو کون کرتا ۔ مگر نہیں ۔ اللہ ان کا محافظ و مربی تھا اور وہی علمِ لدنی سے آپ کو سرفراز کرنے والا تھا ۔ کوئی شخص ٹھنڈے دل سے غور کرے کہ جس شخص کو کسی نے تعلیم نہ دی ہو، جس کا کوئی تربیت کرنے والا نہ ہو، جس کا ماحول تاریک ہو، ہر طرف جہل کی گرم بازاری ہو۔ ایک شخص اپنے ہاتھ میں مشعلِ ہدایت لے کر نکلتا ہے اور سارے عالم کی کایا پلٹ دیتا اور شرک و کفر کی تاریخ کو کافور کردیتا ہے۔ روئے زمین کے ادیان و مذاہب کو تقویمِ پارینہ منوادیتا ہے۔ بڑی بڑی ریاستوں اور سلطنتوں کے قوانین کو ردی میں ڈلوادیتا ہے اور خود ان زبردست سلطنتوں کو پامال سمِ ستوران کردیتا ہے۔ کیا یہ اعجاز نہیں ہے ۔ کیا خدا کا ہاتھ جب تک اس کی پشت پر نہ ہو، کوئی ہے جو ایسا ناقابلِ انکار کام کرسکتا ہے ۔ تاریخِ عالم اس کی ایک بھی مثال دکھا سکتی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں ۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْ مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتَابٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۔ (۲۹ ـ ۴۸)

فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ (۱ ـ ۲۳)

حفاظتِ قرآن : دنیا میں کوئی مذہبی یا غیر مذہبی کتاب ایسی نہیں جس کی حفاظت قرآنِ مجید کے برابر کی گئی ہو، ہندوؤں کی وید، پارسیوں کی ژند و دساتیر بلکہ توراۃ و انجیل، تواتر تو کجا، خبرِ آحاد سے بھی ثابت نہیں ہوسکتیں ۔ قرآن شریف کی حالت یہ ہے کہ زمانۂ نبوت سے اب تک لاکھوں اس کے راوی، اس کے حافظ، اس کے قاری چلے آرہے ہیں ۔ کوئی شہر تو کیا، کوئی قصبہ ایسا نہیں جس میں چند جید حافظ نہ ہوں، کیا مجال کوئی حافظ تراویح میں ایک کلمہ کے عوض دوسرا کلمہ پڑھ دے ۔ یا زیر زبر ہی کی غلطی کردے، اور سامع اس کو لقمہ نہ دیں ۔ یہ تو فاحش اغلاط ہیں ۔ قاری صفاتِ حروف کی بھی

تنفید کرتا ہے ۔ کب چھوڑتا ہے اگر کوئی قلقلہ یا ہمس نہ کرے یا مدِ طویل و متوسط و طبعی میں تمیز نہ کرے یا بے محل تفخیم یا ترقیق کر دے ۔ کب جائز رکھتا ہے اگر اخفا کی جگہ، اظہار یا ادغام کر دے ۔ قرآن شریف میں کتنے الف ہیں ۔ کتنے با، تا' سب شمار کئے ہوئے ہیں۔ غرض کہ قرآن شریف کی حفاظت کا وعدہ خدا نے کیا ۔ اور کس نا قابلِ انکار طریقے سے اس کو ثابت کیا ۔

دنیا میں اسلام ہی ایک باقی رہنے والا دین ہے ۔ تو اس کا منبع ، اس کی مقدس آسمانی کتاب اتنی اہمیت بھی رکھتی ہے ۔ جو چیز محفوظ ہی نہ ہو، جس کی صحت کا پتہ نہ ہو، جس کی روایت ہی مسلسل نہ ہو، کس برتے پر اس کی تبلیغ کی جا سکے گی ۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ ۔

قرآن کی غیب گوئی : یہ بات ظاہر ہے کہ آدمی کو نہ ماضی کا علم ہوتا ہے نہ مستقبل کا ، وہ تو صرف وہی چیز جانتا ہے ، جو اس کی آنکھوں کے سامنے آئے یعنی اس کا علم مشاہدات تک محدود ہے ۔ زیادہ برین نیست کہ وہ مشاہدات ہی کو اُلٹ پلٹ کرتا ہے کچھ اِنہیں سے استنباط کرتا ہے ۔ اِخبار بالغیب مادی انسان کا کام نہیں ۔ جب تک خدا کا ہاتھ بیچ میں نہ ہو یہ کام نہیں ہوسکتا ۔ قرآن شریف میں وہ قصص بھی بیان کئے گئے ہیں جن سے حضرتؐ کا تمام خاندان نا آشنا تھا ۔ اور ایسی پیش گوئیاں بھی ہیں ، جو اب تک برابر صحیح اور دُرست اُترتی آئی ہیں ۔

قصص : حضرت آدمؑ ، دادی حوا اور ابلیس کا قصہ ۔ ہابیل قابیل کا واقعہ ۔ حضرت نوح حضرت ابراہیم و اسماعیل و لوط و اسحاق و یعقوب و یوسف علیہم السلام کے قصص حضرت صالح و قومِ ثمود ۔ حضرت شعیب و اہل مدیَن و ایکہ ۔ حضرت داوٗد و سلیمان ۔ حضرت موسیٰ و ہارون اور فرعون و ہامان اور بنی اسرائیل اور قارون کے حالات ۔ دیگر انبیاء کے حالات ۔ ذوالقرنین ۔ قومِ سبا ۔ اصحاب الاخدود کہف و رقیم ۔ اصحاب رس کے قصص و حالات بہ تفصیل بیان کئے گئے ہیں ۔ اور حضرت کے اہلِ زمانہ مخالفین نے بھی

ان کو تسلیم کیا۔

پیش گوئی: قرآن شریف میں بہت سی پیش گوئیاں ہیں۔ نمونہ کے طور پر چند یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ۔ (اے پیغمبر) دیہاتی عرب سے کہہ دیجئے جو (سفر حدیبیہ سے) رہ گئے ہیں۔ بڑے لڑنے والوں (یعنی فارس و روم کے مقابلے کے لئے) بُلائے جاؤ گے تو تم ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ وہ مسلمان ہوجائیں۔
(حم ۲۶ ۔ فتح ۲)

روم و فارس کی لڑائیاں حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت میں ہوئیں۔ تو یہ خلافت شیخین کی بشارت ہے۔

الٓمّٓ ۔ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِىْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِىْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۔ (الروم)

الم ۔ قریب کے ملک (یعنی فارس) میں رومی (جو انصاریٰ ہیں) اہلِ فارس سے جو آتش پرست ہیں مغلوب ہونے کے بعد عنقریب چند سال میں (پھر اہلِ فارس پر) غالب آئیں گے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یہ واقعہ تاریخ پیش گوئی کا بڑا زبردست معجزہ ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس وعدۂ الٰہی کی صحت پر یقین کر کے ایک سردارِ قریش سے مراہنہ کیا۔ وعدۂ الٰہی سچا ہوا اور ابوبکر صدیقؓ کامیاب۔

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ يُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۔ (۵۴ ۔ ۴۵) عنقریب اس جماعت کی ہزیمت ہوگی اور یہ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں گے۔

یہ شکست اہلِ بدر کی پیش گوئی تھی جس کو اللہ نے پورا کیا۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ ۔ (۴۸ : ۲۶)

بیشک اللہ نے اپنے رسول کو واقعی سچا ہی خواب دکھایا تھا ان شاء اللہ تم (مسلمان) مسجدِ حرام میں بے خوف و خطر باطمینان (تمام) داخل ہوں گے۔ (وہاں جاکر)

تم (کچھ تو) سر منڈائے ہوئے رہو گے اور (کچھ فقط) بال کترائے ہوئے ہوں گے۔
یہ آیت فتح مکہ کی پیش گوئی ہے۔ جس کو اللہ نے پورا کیا۔

فصاحت و بلاغت: سب سے پہلے قرآن شریف کے نغمہ اور سلاست پر غور کرو۔ قرآن شریف کے الفاظ کچھ ایسے نفیس مخارج کے حروف سے مرتب ہیں اور قرآن شریف میں ایسی سلاست و روانی ہے کہ نہ پڑھنے والے کی زبان پر گراں ہوتے ہیں نہ سُننے والے کے کان پر۔ اتنی ضخیم کتاب اتنا بڑا حجم اور اس میں ایک لفظ بھی ثقیل یا متنافر نہیں۔ دوسرے شعرا اور خطبا کے کلام میں یہ بات کہاں۔ ایک تجربہ مجھے ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ دوسروں کو بھی اس کا تجربہ ہوگا۔ یا غور کرنے کے بعد اس کا تجربہ ہوجائے گا کہ بعض حضرات جو اپنی مادری زبان میں بات کرنے میں ہکلاتے ہیں، وہ جب قرآن شریف پڑھتے ہیں تو زبان کو بالکل رکاوٹ نہیں ہوتی۔ بلکہ ان کی زبان صاف زبان والوں سے بھی قرآن پڑھنے میں صاف چلتی ہے۔ مجھے میرے کئی دوستوں پر اس کا تجربہ ہوا ہے۔ خود میری زبان میں عقدہ ہے۔ مگر قرآن شریف پڑھتا ہوں تو زبان صاف چلتی ہے۔ یہ قرآن شریف کی سلاست اور حسنِ مخارج کی کافی دلیل ہے۔

بعض بالکل جاہلوں کو دیکھا گیا ہے کہ قرآن شریف اور دوسرے ادعیہ کو پڑھتے ہوئے سنا تو قرآن شریف کے متعلق کہا کہ اس کا پڑھنا بڑا ہی اچھا معلوم ہوتا ہے۔ بعض اَن پڑھ حضرات ایسے بھی تھے کہ قرآن کو دوسری عبارتوں سے تو کیا حدیث شریف سے بھی تمیز کرتے تھے۔ ایک جاہل عربن نے قرآن کو پڑھتے دیکھا تو پاس آکر بیٹھ گئی اور ہمہ تن گوش ہوکر سُننے لگی، کسی نے پوچھا یہ کیسا کلام ہے۔ کہا میں تو جاہل ہوں کیا بتاؤں۔ مگر اتنا ضرور کہوں گی کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک طبق میں حلوا ہے۔ نیچے شہد ہے اور اُوپر مسکہ ہے۔

قرآن کے معجز ہونے کو کون ادراک کرسکتا ہے: واضح ہو کہ قرآن شریف متعدد اعتبار سے معجز ہے۔ ان میں سے بعض اعتبار تو ایسے ہیں، جن کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔

جیسے قرآن شریف کے الفاظ کا نغمہ اور اس کی دلکشی ۔ حضرت رسولِ مقبول ﷺ کا اُمی ہونا ۔ اور پھر ایسی بیمثل اور عجیب و غریب کتاب کا لانا جو دین و دنیا کے ہر قسم کے امور میں شمعِ ہدایت ہے ۔ یا قرآن شریف میں ماضی اور مستقبل کے اخبار یعنی اظہار مغیبات وغیرہ وغیرہ ۔

اب رہا قرآن شریف کا فصاحت و بلاغت کی راہ سے معجز ہونا ۔ وہ ماہرین اور صحیح المذاق اہلِ زبان کو تو بالبداہت معلوم ہوجاتا ہے اور دوسروں کو غور وفکر اور استدلال سے دوسروں کے کلام سے مقابلہ کرنے سے اُصولِ تنقید ، اُصولِ معانی و بیان و بدیع، اسالیبِ کلام سے واقف ہونے سے ممکن ہے ۔

قرآن کی کتنی مقدار معجز ہے : بعض کہتے ہیں کہ پورا سورہ قرآن کا معجزہ ہے۔ ایک دو آیتیں حدِ اعجاز کونہیں پہنچتیں ۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ سورہ اِنَّـا اَعْطَیْنٰـکَ یا اس کا مماثل یعنی تین آیتوں کی مقدار بھی معجز ہے ۔

اسلوب : امرء القیس کے دیوان میں دوچار مختلف شعراان لوگوں کے لگادیں جو اس کے ہم پایہ ہیں تو ممکن ہے مگر مسلسل دو چار شعر ہرگز ملا نہیں سکتے ۔کسی نے ابن المقفع سے کہا کہ آپ طویل قصیدے نہیں کہتے تو اس نے کہا کہ جاہلیت کا رنگ قائم رکھنا سخت مشکل ہے ۔

کوئی قرآن شریف اور حدیث شریف کو ملا کر دیکھے ، حدیث کا اسلوب قرآن کے اسلوب سے ہرگزنہیں ملتا ۔ جو لوگ اسالیبِ کلام سے واقف ہوتے ہیں وہ فوراً کہہ دیتے ہیں کہ یہ شعر امرء القیس کا ہے یا زہیر کا ۔ زمانۂ جاہلیت کا ہے یا ان لوگوں کا جنھوں نے اسلام و جاہلیت دونوں کو پایا ہے ۔ یا یہ کہ یہ شاعر عہد بنی امیہ کا ہے یا بنی عباس کا۔ یا بالکل زمانہ حال کا پھر یہ کہ یہ شاعر بغداد کا ہے یا شام کا ۔حجاز کا ہے یا مصر کا ۔عرب کا ہے یا عجم کا ۔ اگر ایک شعر سے پورا علم نہیں ہوسکتا تو دوچار شعر کے بعد تو امتیاز ہو ہی جاتا ہے ۔ اُردو داں بھی سمجھ لیتے ہیں کہ یہ شعر سودا کا ہے یا میر کا ۔ ذوق

کا ہے یا غالب کا۔ داغ کا ہے یا امیر کا۔ ہر زبان کے نقادِ سخن شعرا و نظماء کے باہم کلام میں امتیاز کرتے ہیں۔ اعلیٰ شعر کو ادنیٰ سے جُدا کرتے ہیں۔ جہل مرکب ہٹ دھرمی۔ بے جا مخالفت اور بات ہے۔ ذوقِ سلیم نہ رکھنے والے معرضِ بحث میں نہیں۔ صاحبِ ذوق کلامِ عالی سنتا ہے اور پہروں بلکہ دنوں اس کا مزا لیتا ہے۔ ایسے صاحبِ ذوق عرب بلکہ عجم پر بھی بلاشبہ قرآن کا اعجاز فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

احادیثِ شریفہ کے کمالِ فصاحت و بلاغت میں کیا کلام ہوسکتا ہے۔ جس کی نسبت اس بہترین اور گرامی ترین ہستی کی طرف ہو۔ جس کا اِرشاد ہے۔ اُوْتِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمْ اور اَنَا اَفْصَحُ الْعَرَبِ وَ الْعَجَمْ۔ مگر قرآن شریف کچھ اور ہی شئے ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف حضرت رسولِ مقبول ﷺ کا کلام نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

الغرض ہمارے سامنے صدیق اکبرؓ۔ فاروقِ اعظمؓ۔ مظہر العجائب کے خطب ہیں۔ اللہ اور بندے میں جو فرق ہے وہی قرآن اور ان کلاموں میں ہے۔ خطب ابن نباتہ مقاماتِ بدیعی یا حریری اور دوسروں کے کلام کی حقیقت ہی کیا ہے۔ ایک نادان کہتا ہے کہ حریری بھی اعلیٰ درجہ کی فصاحت کا مالک ہے۔ حقیقۃً اس نے کلامِ فصحا دیکھا ہی نہیں۔ اس کو ڈھلی ہوئی اور سوہن کی ہوئی چیز میں تمیز نہیں۔ اس کو زِندے اور مُردے میں فرق نہیں۔ شریف مرتضیٰ کا کلام حریری سے زیادہ رُتبہ رکھتا ہے۔ بدیعی کے اچھے فقرات کے سامنے پوری حریری دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔

فطرت اللہ: دودھ کے اجزاء معلوم ہوگئے۔ پانی۔ گھی۔ شکر۔ نمک اور کیا کیا۔ ذرا ان کو ملاکر پھر دودھ تو بنا دو، ناممکن۔ بہتر یا تہتر عناصر دریافت کر لئے گئے۔ اب کیا ہے۔ سب کچھ معلوم ہوگیا۔ ذرا ان عناصر کو جوڑ کر تیتری کا پر تو بنادو۔ ذرا گلاب کے پھول کی ایک پنکھڑی ہی تو بنا دو۔ ناممکن۔ مادۂ عناصر کا پیدا کرنا تو ایک طرف ذرا خدا کی دی ہوئی صورت ہی بنادو۔ تمہارا کام آرٹی فشل (Artificial) مصنوعی۔ خدا کا کام نیچرل۔ فطرتی۔

اپنی قدرت کا عجز مادہ و مادیات میں آزما چکے۔ اب ذرا تم جو بولتے ہو، وہی الفاظ لو۔ اور ان سے قرآن کی ایک سورت کا مثل بنادو، غیر ممکن۔ خارج از قدرت۔ بناؤ گے بھی تو وہی آرٹی فیشل۔ مصنوعی۔ ناقص۔ کہاں تصویر۔ کہاں صاحبِ تصویر۔ کہاں مُردہ۔ کہاں زندہ۔

الفیل ما الفیل وما ادرک ما الفیل۔ له خرطوم طویل۔ و ذنب و بیل۔

کیا یہ القارعہ کا جواب ہے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ خانہ عقلت خراب کیوں مسخرہ بنتا ہے۔ کیوں اپنے آپ پر لوگوں کو ہنساتا ہے۔ جس طرح خدا کا فعل معجز ہے۔ اُسی طرح اس کا قول بھی معجز ہے۔ تصویر یا مجسمہ بنا کر چڑیا کو دھوکہ نہیں دے سکتے تو تو ان مہملات، واہیات سے' خرافات سے ہم کو دھوکا دے گا۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہ ہرگز نہیں۔ یہ سب الفاظ بلامعنیٰ ہیں۔ یہ تن بے جان ہے مُردار ہے۔ جا اور اس کو خاک میں دبا آ۔ خدا کا کام بندے کے کام سے بالکل علحدہ ہے۔ بالکل ممتاز ہے۔ اعجاز ہے! اعجاز ہے!

خدائی لہجہ: شاعر یا منشی جس درجہ کا ہوتا ہے اسی درجہ کا اس کا کلام ہوتا ہے۔ ایک غمگین آدمی کے کلام سے غم ظاہر ہوگا۔ ایک سپاہی کے کلام سے شجاعت ٹپکے گی۔ متنبّی سیف الدولہ کے ساتھ خود بھی جنگ میں شریک رہتا تھا تو اس قصیدہ کا زور ہی الگ ہے۔ شعرا جاہلیت کے اشعار میں بے ساختگی، سادگی اور صداقت ہے۔ متمدن شعرا کے کلام میں صنائع بدایع ہیں۔ جن میں بناوٹ اور تکلیف نمایاں ہے۔ خدا کے کلام کا لہجہ اور قوت ہی الگ ہے۔ اسی طرح پیغمبر اور بزرگانِ دین کا کلام الگ ہوتا ہے۔ ادبا و نمایشی لوگوں کا کلام جُدا۔ صاحبِ فراست وعقلِ سلیم پہچان لیتا ہے کہ یہ کلام کلامِ بشر سے وراء ہے۔ مَا هٰذَا مِن كَلَامِ الْبَشَرْ۔

یکسانی: بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہر زبان میں ایک بڑا شاعر ہوجاتا ہے۔ جس کی مثال مستقبل نہیں لاسکتا۔ تو کیا وہ بھی کلام اللہ ہوجائے گا۔ عربی میں امرء القیس۔ فارسی میں فردوسی۔ اُردو میں میر تقی یا آج کل غالب پرستوں کے پاس غالب یا بعض

کے پاس میر انیس یا یونانی میں ہومر اور انگریزی میں شکسپیر۔

اس شخص کو سمجھنا چاہئے کہ ان شعراء کی جو تعریف کی جا رہی ہے وہ بحیثیتِ مجموعی ہے۔ ان کی تعریف اس پیمانہ پر نہیں ہے کہ کوئی ان کے کسی تین شعر کے برابر بھی نہیں کہہ سکتا۔

امرء القیس کی کمزوریوں کو دیکھنا ہو تو اعجاز القرآن دیکھو۔ غالبؔ کا تمام دیوان چھان مارو ان میں سے چند ہی چوٹی کے شعر نکلیں گے۔ میر تقی کے دیوان میں سے چند ہی نشتر نکلیں گے۔ سوداؔ، داغؔ، امیرؔ کے کلام میں بھی چند اچھے شعر نکل سکتے ہیں۔ مرزا دبیرؔ کے کلام میں چند بند بلکہ چند مرثیئے ایسے ہیں جو میر انیس کے بعض مراثی اور بند سے اچھے ہیں۔

فردوسیؔ، نظامیؔ، سعدیؔ، خسروؔ، جامیؔ، مولانا رومؔ ان کے کلام میں اعلیٰ درجہ کے شعر بھی ہیں، اوسط درجے کے اور معمولی بھی۔ ان میں سے کسی کو کسی پر ایسی ترجیح نہیں ہے کہ دوسرے کے چند شعر بھی ان کے اشعار کے برابر یا اعلیٰ نہ نکلیں۔

مجھے انگریزی تو آتی کہاں۔ مگر سنتا ہوں کہ شکسپیر کا ماخذ تاریخ اور دوسروں کے ڈرامے ہیں۔ صرف دو ڈرامے اس کے ذاتی ہیں اور ان میں وہ کھو گیا ہے۔ نیز اس کے کلام میں یکسانی کہاں۔ عمر کے بڑھنے سے زمانے کے بدلنے سے ان ڈراموں میں تغیر آتا گیا ہے پھر نقادانِ سخن کی قدر اندازی سے بے چارے کے پرخچے اُڑ گئے ہیں۔ اس کے سانٹ (Sonet) سے ملٹن کے سانٹ کم نہیں۔ نفس فصاحت کے لحاظ سے بیکن بھی ایک مسلمہ اُستاد ہے۔ کون کہتا ہے کہ بیکن کی نثر شکسپیر کی نظم سے کم ہے۔ بہر حال اگر شیکسپیر اچھا ہے، تو بیکن اور ملٹن بھی اچھے ہیں۔ بن جان سن بھی اس کی ٹکر کا ہے۔ یہ نہیں کہ شیکسپیر کے سامنے سب ہیچ ہو گئے ہیں۔ لبیدؔ نے جو ساتوں (معلقات) شعراء میں سے ایک ہیں۔ مسلمان ہو کر قرآن ہی پڑھتے۔ اور اس پر سر دھنتے۔ شعر کہنا چھوڑ دیا۔

جان سن (Johnson) اور ہومر کے متعلق بعض محققین نے لکھا ہے کہ کہیں ہومر نے اچھا لکھا ہے تو کہیں جان سن (Johnson) نے۔ دنیا کے تمام شعرا اور خطبا میں

کوئی ایسا نہیں، جو دوسروں پر اتنی فوقیت رکھتا ہو کہ کسی کا ایک حصہ بھی اس کے کسی حصے کے برابر نہ ہو اور اس کا تمام و کمال کلام ایک درجے پر ہو۔ یا اس کے دو قولوں میں تناقض نہ ہو یا اس کے کلام میں تغیر ممکن نہ ہو۔

قرآن شریف کی یہ حالت ہے کہ اس میں سے ایک حرف نہ نکل سکتا ہے نہ زیادہ ہوسکتا ہے نہ جملے کی شکل تبدیل ہوسکتی ہے نہ ایک حرف کی جگہ اس کا مترادف ہی رکھا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر سب سے چھوٹی سورت یعنی سورۂ کوثر کی تفسیر لکھتا ہوں۔ جس سے معلوم ہوجائے گا کہ قرآن شریف کا ہر حرف ناقابلِ تغیر ہے اور چھوٹا سا سورہ بھی اعجاز ہے۔ اعجاز ہے۔

تفسیرِ سورۂ کوثر

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ○ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ○ اِنَّ شَانِئَکَ هُوَالْاَبْتَرُ ○

ولید بن مغیرہ جس کی اولاد بھی بہت تھی۔ مال بھی بکثرت تھا۔ جس کے متعلق ہے۔ وَجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا وَّ بَنِیْنَ شُهُوْدًا ۔ حضرتؐ کے صاحبزادوں کے انتقال پر حضرتؐ کو طعنہ دیتا کہ اُن کی اولاد تو ہے ہی نہیں کہ آگے ان کا نام چلتا۔ ان کی یادگار رہتی۔ حضرتؐ کو اس کے یہ طعنے ناگوار گزرتے۔ حضرتؐ کی تسلّی کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ چھوٹی سی جامع سورت اُتاری جس میں اس کا کافی شافی جواب ہے۔ واضح ہو کہ اولاد تین قسم کی ہوتی ہے۔

(۱) سپوت جو باپ سے زیادہ کام کرے۔ اس سے زیادہ نامور ہو۔ اس سے زیادہ کمالات رکھتا ہو۔

(۲) پوت جو باپ کے برابر کمالات رکھے۔ جس کا کارنامہ باپ کے برابر ہو۔

(۳) کپوت جس کے کام باپ کے کام کے مساوی نہ ہوں نہ باپ کی خوبی ہو۔ نہ اس کی عظمت ہو۔ ایسا بیٹا باپ کے لئے مایہ ناز نہیں ہوسکتا۔ ایسی اولاد باپ کے کس کام کی۔ ایسی اولاد ہو بھی تو کیا حاصل (اب ذرا بولو) غور کرو۔ جو ہستی بے نظیر ہو۔

تمام کمالات کی جامع ہو ۔ جس کا کارنامہ نا قابلِ زیادت ہو ۔ جس کی یادگاریں قیامِ قیامت تک رہنے والی ہوں ۔ جس کے آثار مٹنے والے نہ ہوں ۔ اس کی اولاد نہ سپوت ہوسکتی ہے نہ پوت ۔ رہی کپوت اولاد تو نا قابلِ فخر ہے ۔ نا قابلِ اعتداد ہے ۔ ولید بن مغیرہ کا یہ سمجھنا کہ نام باقی رہنے کے لئے اولاد ضرور ہے غلط ہے بالکل لغو ہے ۔ عالم کا نام اس کی کتابوں سے ، سپاہی کا نام اس کے شجاعانہ کارنامے سے ، مصلح کا نام اس کی اصلاحات کی وجہ سے ، پادشاہ کا نام اس کے فتوحات سے ، خدا پرست کا نام اس کی عبادت وتقویٰ کے ذکر سے باقی رہتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ اِنَّـآ اَعْطَیْنٰـکَ الْکَوْثَرَ ۔ کہ اے حبیبِ کریم ہم نے تو تم کو سب کچھ دے دیا ہے ۔ کون سی خوبی ہے ، کون سا کمال ہے جو تم کو نہیں ملا ۔ کونسی مابہ الافتخار صفت ہے ، جو تم میں موجود نہیں ۔ تم فخر دو عالم ہو ۔ سید ولد آدم ہو ۔

اٰدَمُ وَمَنْ دُوْنَه تَحْتَ لِوَائِی ۔ تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ ۔ ہم نے تمہارے نور کو سب سے پہلے پیدا کیا ۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ ۔ تم کافۃ الناس کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہو ۔ تمہارا دین نہ کسی خاندان یا قوم سے مخصوص ہے ، نہ کسی ملک سے ۔ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَافَّةً لِّلنَّاسِ تم طالبین کو ہرگز یہ نہیں کہہ سکتے کہ میں فلاں قوم کے لئے مبعوث ہوا ہوں ۔ اور بیٹوں کی روٹی کتوں کے سامنے نہیں ڈالتا ۔ تمہارا دروازہ سب کے سامنے کھلا ہوا ہے ۔ تم سب کے روحانی باپ ہو ۔ سب کی روحانی پرورش تمہارے فرائض میں سے ہے ۔ انا من نور اللّٰہ وکلهم من نوری ۔ وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّهٗ یَزَّکّٰی ۔ اَوْ یَذَّکَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّکْرٰی ۔ تمہارا دین محدود زمانہ کے لئے نہیں بلکہ ابدالاباد کے لئے ہے ۔ تمہارا دین کبھی منسوخ نہ ہوگا ۔ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ۔ (قال لعلیؓ) اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ لَوْکَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ۔ جہاں تمہارا دین ابدی ہے ۔ وہاں تمہارا معجزہ یعنی قرآنِ مجید بھی ابدی ہے ۔ جب تمہارا کمال خود تمہاری اولاد کی بقا کا منافی ہے ۔

وحدت میں تیری حرف دوئی کا نہ آسکے ÷ آئینہ کیا مجال جو صورت دکھا سکے

تو کیا پروا تمہارا دین تمہاری یاد گار ہے ۔ قرآنِ مجید تمہاری یادگار ہے ۔ تمہاری تعلیم تمہاری یادگار ہے ۔ تمہارے اُمتی تمہارے نام لیوا تمہارے دامن گرفتوں کی کیا کمی ہے ۔ وہی تمہاری یادگار ہیں ۔

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ذرا اپنے پروردگار کے لئے نماز اور حج وقربانی تو کرو ۔ دیکھو کتنے لوگ جمع ہوتے ہیں اور تمہاری یادگار کا مظاہرہ کرتے ہیں ۔ مکہ کے رہنے والے انصار انس بن مالک ۔ سعد بن عبادہ ۔ ابو ایوب ۔ قدیم اہلِ کتاب اُبی بن کعب ۔ عبداللہ بن سلام ایران کے سلمان ۔ حبش کے بلال ۔ شام کے صہیب تمہارے نام لیوا ہیں ۔ ملک ملک کے باشندے، قوم قوم کے افراد رنگ رنگ کے آدمی سب تمہارے احکام کے پابند ۔ تمہارے چشمۂ تعلیم سے سیراب تمہارے فیضِ تربیت سے سیر ہیں دنیا میں کون ہے جس کی یادگار اتنی عظیم الشان ہے ۔ جسمانی اولاد نہ سہی نہ سہی ۔ روحانی اولاد ہے اور کس کثرت سے ہے ۔ دن دونی رات چہار گونی ترقی پر ہے ۔ نماز میں اور حج وقربانی میں اس کا کس پیمانہ پر مظاہرہ ہوتا ہے اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۔ تمہارا بیری، تمہارا دشمن ۔ تم کو طعنہ دینے والا، ولید بن مغیرہ کا انجام بُرا ہے ۔ علی ابن ابی طالب کے ہاتھ سے مارا جائے گا ۔ نہ اس کا مال رہے گا نہ اس کی اولاد ۔ نہ کوئی اس کا نام لیوا ہی باقی رہے گا، نہ یادگار ۔ ہاں اس کی شرارت وخباثت کی داستان زبان زدِ خلائق رہے گی ۔ بُرائی میں بھی اس کا نام لیا جائے گا ۔ تو اے حبیب ! تیرے نام کے طفیل سے ۔ ورنہ ہزار ہا کفار مر گئے، کوئی ان کا نام تک نہیں جانتا ۔

اب ذرا ایک ایک لفظ پر غور کرو کہ ہر لفظ اپنے مقام پر کیسا پیوستہ ہے کہ ہلائے سے ذرا نہیں ہلتا ۔ جس طرح نگینہ انگشتری میں جڑا جاتا ہے ۔ ہر لفظ اپنے محل پر جڑا ہوا ہے ۔ اِنَّ؛ بے شک، ضرور، یقیناً ۔ البتہ زور پیدا کرنے اور تاکید کے لئے آیا ہے ۔ جب کوئی ایسی بات ہوتی ہے کہ لوگ بمشکل اس کا یقین کرسکتے ہیں، تو اس پر زور دیا جاتا ہے ۔ اس کی تاکید کی جاتی ہے چونکہ اس میں مستقبل کی پیش گوئی ہے ۔ حضرتؐ کی

یادگار کا باقی رہنا، ان کے دین کا، ان کے نام لیواؤں کا سلسلہ قیامِ قیامت تک جاری رہنا اور ولید بن مغیرہ کا بد انجام و بے نسل ہوجانا۔ اس سورہ میں بیان کیا گیا ہے۔ لہذا تاکید کے لئے اِنَّا سے ابتداء کی گئی۔ اَعۡطَیۡنٰکَ ہم نے تم کو دے دیا۔ عطو کے معنے ہیں پکڑنا امراالقیس کہتا ہے:

وتعطو برخص غیر شثن کانہ اسابیغ طبی اومساویک اسحل۔

اتینا کے معنے بھی ہیں ہم نے دیا۔ مگر اعطینا کے معنے میں قبضہ کرادینا متضمن ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ ہبہ میں قبضہ شرط ہے اور وہی ہبہ مکمل ہوتا ہے جس میں موہوب کا قبضہ کرادیا جائے۔ اعطینا میں بہ نسبت اعطیت کے عظمت و جبروت زیادہ ہے۔ جس سے خدائی لہجہ، آسمانی دبدبہ ظاہر ہوتا ہے۔ الکوثر بہت کچھ۔ خیرِ کثیر۔ اس کا مادہ کثیر اور کثرت ہے۔ کسی نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ کوثر ایک حوض ہے جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے۔ قیامت کے دن شدت گرمی میں تشنہ لبوں کو حضرتؐ اس حوض سے پانی پلائیں گے، سیراب فرمائیں گے۔ تو حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ خیرِ کثیر میں وہ حوض بھی داخل ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جنت میں ایک نہر ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد شفاعت ہے۔ ولید بن مغیرہ کو قیامت کے دن شفاعتِ محمدی کو دیکھ کر معلوم ہوگا کہ کون صاحبِ کثیر ہے کس کے متعلقین زیادہ ہیں اور کون بدانجام و بے نام ونشان ہے۔ بہرحال کوثر ہے ایک لفظ مگر ہر قسم کے خیر کو متضمن اور انواعِ عطایا کو شامل ہے۔

فَصَلِّ لِرَبِّکَ۔ ف۔ پس جب ہم نے تم کو سب کچھ دے دیا تو تم بھی کچھ کام کرو۔ صَلِّ نماز پڑھو۔ لِرَبِّکَ۔ تمہارے رب کے لئے تمہارے پروردگار کے لئے۔ رب کے معنے ہیں اصل میں پرورش کرنا۔ کمال کو پہنچانا۔ جب اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے تو ضرور تم کو کمال کو پہنچائے گا۔ خیرِ کثیر سے سرفراز فرمائے گا۔ قیامت تک تمہارا نام باقی رکھے گا۔ تو اپنے رب کی عبادت تم کو کرنی چاہیئے۔ فوراً عبادت کرنے کا اس لئے حکم دیا گیا کہ ہبہ کا فوراً معاوضہ کردیا جائے تو وہ ہبہ بالعوض اور ناقابلِ رد ہوجاتا ہے۔ لفظ رب میں

علت عطاء خیر کثیر بھی ہے اور علت اقامت صلوٰۃ و حج بھی جو فضل اللہ سے یہ لطیفہ و فائدہ نہیں نکلتا ۔ وَانْحَرْ قربانی دے نحر کے معنی ہیں ۔ اونٹ کی قربانی دے نحو جزوِ ارکانِ حج ہے ۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ و حج کو اس لئے ذکر فرمایا کہ زکوٰۃ وصوم انفراداً ادا کئے جاتے ہیں ۔ اور صلوٰۃ و حج اجتماعاً ۔ صلوٰۃ و حج سے حضرتؐ کی تعلیم ، حضرتؐ کی یادگار کے قائم ہوجانے ، مکہ مدینہ پر حکومت اور کافروں کی شکست پر دلالت نکلتی ہے ۔

آج اگر ولید بن مغیر ہوتا یا حضرتؐ کے اخیر زمانہ میں ہی رہتا ، تو اس پیش گوئی کو آنکھوں سے دیکھ لیتا ۔ مگر نہیں قیامت قریب ہے ۔ میرے سرکارؐ کی کامیابی اور انتہائی اعزازِ کثیر تابعین کی نمائش کا دن تو قیامت کا ہی دن ہے ۔ خود پسند ، خود سر ولید وہاں حضرت کو حضرتؐ کے اعزازات کو دیکھے گا ۔ اِنَّ شَانِئَکَ ۔ بے شک تمہارا دشمن ، تم کو حقیر جاننے والا ، طعنے دینے والا ۔ هُوَ الْاَبْتَرُ ۔ بتر کے معنے ہیں آخر سے کاٹنا ۔ اس لئے مراد ہے بے نسل لا ولد ۔ بے یادگار ۔ بدانجام ۔ مغیرہ حضرت کو ابتر کہا کرتا تھا ۔ وہی لفظ اس پر پلٹایا گیا ہے کہ وہی ہے ابتر ۔ ذرا دیکھو کہ ان حرف تاکید ھو ضمیر فصل ۔ الابتر کا ال کس طرح قصر قلب پر دلالت کرتے ہیں ۔ اس جملہ میں کتنی تاکید ہے ۔ کیا زور ہے شانیء کے عوض اگر ولید بن مغیرہ کا لفظ رہتا تو حضرتؐ سے شنان یعنی عداوت وتحقیر کا ثمرہ ۔ ابتر ہونے کی علت ظاہر نہ ہوتی نیز اس سے یہ بھی نکلتا ہے کہ کچھ ولید بن مغیرہ کی خصوصیت نہیں جو حضرتؐ سے عداوت کرے گا ۔ حضرتؐ کی تحقیر کرے گا وہ بے خیر ہوگا ۔ اس کا انجام یقیناً بُرا ہوگا ۔ وہ تباہ ہوگا برباد ہوگا ۔

قرآن شریف کی تاثیر : حضرت عمر رسول اللہ ﷺ سے لڑنے نکلے تھے ۔ راستہ میں بہن کے گھر پہنچے ۔ بڑے اصرار سے قرآن مانگا کہ دیکھیں ۔ سورۂ طٰہٰ پڑھا تو دل میں اُتر گیا ۔ باطل کی تائید کے لئے چلے تھے ۔ فاروقِ اعظم بن کر نکلے ۔

عتبہ قریش کا ایک بڑا سردار تھا ۔ حضرت نے قرآن شریف سنایا تو دونوں ہاتھ ٹیک دیئے اور لگا جھومنے اور آنسو بہانے ۔

ولید نے سُنا تو کہا۔ ان علیها طلاوۃ و فیها حلاوۃ اس پر تازگی اور اس میں حلاوت ہے ابوجہل پہنچا کہ اتنے بڑے سردار ہوکر ایک بچے کی باتوں میں آگئے اور تعریف بھی کرنے لگے۔ عربوں پر تمہاری اس تعریف کا بُرا اثر ہوگا۔ تم کو قرآن کی ہجو اور اس پر اعتراض کرنا چاہئے۔ ولید نے کیا کیا۔ اِنَّہٗ فَکَّرَ وَ قَدَّرَ اس نے سوچا اور اٹکل دوڑائی فَقُتِلَ کَیۡفَ قَدَّرَ اس کو خدا کی مار کیسی اٹکل دوڑائی ثُمَّ قُتِلَ کَیۡفَ قَدَّرَ پھر اس کو خدا کی مار کیسی اٹکل دوڑائی کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ ثُمَّ نَظَرَ ثُمَّ عَبَسَ وَ بَسَرَ۔ پھر غور کیا (مگر کوئی بات دل کو نہ لگی) پھر تیوری چڑھائی اور بُرا سا منہ بنالیا۔ ثُمَّ اَدۡبَرَ وَ اسۡتَکۡبَرَ پھر پیٹھ پھیر لی اور (اعتراض نہ کرنے کو اپنے لائق نہ سمجھا) اور شیخی میں آگیا۔ فَقَالَ اِنۡ ھٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ یُّؤۡثَرُ پھر لگا کہنے، یہ تو بس جادو ہے، جو نقل کیا جاتا رہے گا۔ کہیں رُکتا نظر نہیں آتا۔

کوئی اس کے جواب پر غور کرے کہ اس نے زبان دان، فصیح و بلیغ ہونے کے لحاظ سے قرآن کو فصاحت و بلاغت پر کیا اعتراض کیا، کچھ نہیں۔ صرف چلتا جادو کہہ دیا۔ ظاہر ہے کہ انسان جب کسی چیز کو طاقتِ بشری سے خارج دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ تو جادو ہے۔ طاقتِ بشری سے خارج تو اس نے مان لیا۔ ہاں معجزہ کے عوض جادو کہہ دیا۔ کیا وہ جادوگر تھا، جادو کی حقیقت سے واقف تھا، کچھ نہیں۔ جس فن کا وہ تھا، جس کا وہ ماہر تھا، اس میں تو وہ مان گیا کہ قرآن کا مثل طاقتِ بشری سے خارج ہے۔ جادو وہ جو سر پر چڑھ کر بولے۔

ایک اور نوع تاثیر ہے۔ جو ظلمات مادیت میں پھنسے ہوئے اشخاص کو نظر نہیں آتی اور وہ قضائے مقصد و دفعِ امراض و دفعِ مسِ خباثت ہے۔ اس کے لئے بونی کی شمس المعارف، مرقع شریف اور دیگر کتب دیکھو۔ ان عملیات میں سب سے اعلیٰ اور قوی الاثر عمل آیاتِ قرآنیہ کا ہے۔ میں ایک علمی آدمی ہوں تعلیم میرا کام ہے مگر دن بھر میں کتنے لوگوں کو، جن کو میں کوئی آیتِ مبارکہ بتا دیتا ہوں، فائدہ ہوتا ہے۔

ہزار تاثیر کی ایک تاثیر کہ اس وقت قرآن شریف کی تعلیم کی تاثیر سے ۳۰۔ ۳۲

کروڑ آدمی حلقہ بگوش اسلام ہیں ۔ مسلمانوں کی غفلت کی وجہ ہے کہ قرآن کی تبلیغ کا برابر انتظام نہیں ۔ ورنہ قرآن نور بن کر آنکھوں میں گھستا ہے اور روح بن کر دل و دماغ میں بستا ہے ۔ آئندہ حصّہ تعلیماتِ قرآن میں اِنْ شَآ اَللّٰـہ اس کی تفصیل کی جائے گی ۔ میرے پاس تو قرآن کا مقصدِ اعظم اور اس کا اعجاز مجسم تعلیم ہے ۔ ارسال رسل کی غایت تعلیم ہی ہے ۔ دوسرے سب توابع ہیں ۔ مگر قرآن کے مقصد کے توابع بھی دوسروں کے مقاصد کے مقابل اعجاز ہی اعجاز ہیں ۔

اب میں چند اغیار کی شہادتیں رسالہ مولوی و معجزاتِ الاسلام سے نقل کرتا ہوں (فرک مورخ جرمن) قرآن انتہائی لطیف و پاکیزہ زبان میں ہے ۔ اس کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی انسان مثل اس کے نہیں بنا سکتا ۔ یہ لازوال معجزہ ہے ، جو مُردہ زندہ کرنے سے بہتر ہے ۔ (گروکل کانگری کے پرنسپل رام دیو ایم اے) قرآن کی بھاشا بہت سُندر ہے اس میں فصاحت و بلاغت بھری ہوئی ہے ۔

(دیباچہ قرآن جی ایم راویل) کوئی کتاب بارہ سو برس سے ایسی نہیں ہے کہ اس کی عبارت اتنی مدت مدید تک خالص رہی ہو ۔

(پرکاش فروری ۲۷ء) قرآن کی عبارت کیسی فصیح و بلیغ اور مضامین کیسے عالی و لطیف ہیں ۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک امین ناصح نصیحت کر رہا ہے اور ایک حکیم فلفی حکمتِ الٰہی بیان کر رہا ہے ۔

(میور) یہ تو ضرور ماننا پڑے گا کہ قرآنِ مجید جیسا محمدؐ نے بیان کیا وہی کا وہی ہے ۔

(ڈاکٹر لیبان لکھتے ہیں) اسلام کی فصاحت اعتقادات اور اس کے ساتھ دوسروں کے مقابل میں نیکی اور انصاف جس کی مہر اس مذہب پر کی گئی ہے ۔ اس کی عالمگیر اشاعت کا بہت بڑا باعث ہے ۔ فی الواقع تمام مذاہبِ عالم میں یہ فخر اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس نے پہلے پہل وحدانیت خالص و محض کی اشاعت دین میں کی ۔ اسی خالص وحدانیت کی وجہ سے اسلام کی ساری سادگی اور شان ہے ۔ یہی سادگی باعث ہوئی اسلام کی قوت اور اسلام کی مضبوطی کی ۔ یہ وحدانیتِ محض ایسی آسانی سے سمجھ میں

آجاتی ہے کہ اس میں کسی قسم کا کوئی بھید یا معمہ نہیں ہے۔ نہ اس میں متضاد چیزوں کے ماننے کی ضرورت ہے۔ جو دوسرے مذاہب میں واقع ہوتی ہے۔ اور جنھیں عقلِ سلیم قبول نہیں کرتی۔ ایک خدا واحدِ مطلق معبود۔ تمام بندے اس کی نظروں میں برابر۔ بہت تھوڑے سے ارکانِ دین جن کا بجالانا واجب ہے۔ اور اس کے بجالانے کی جزا بہشت اور نہ بجالانے کی سزا جہنّم ہے۔ اس سے زیادہ صاف و سادہ اور غیر مبہم کون سا مذہب ہوسکتا ہے۔

پنڈت سیتا دھاری لکھتے ہیں۔ پیشوائے دین اسلام آنحضرت محمدؐ کی زندگی ہم کو بے شمار قیمتی سبق پڑھاتی ہے اور تقریباً آنحضرتؐ کی زندگی، ہر ایک حیثیت سے دنیا کے لئے سبق آموز ہے۔ بشرطیکہ دیکھنے والی آنکھ، سمجھنے والا دماغ اور محسوس کرنے والا دل ہو۔

(ڈاکٹر لکشمی دت ایڈیٹر مسافر آگرہ) سرزمین عرب پر وہ مذہبی و سوشل انقلاب پیدا کیا آنحضرتؐ نے کہ جس کی لہریں عرب کے وسیع ریگستانوں کو پار کرتی ہوئی، ایک طرف چین، دوسری طرف ہسپانیہ (Spain) تک پہنچیں۔ عرب کی کایا پلٹ گئی۔ قدیم توہماتِ باطلہ کافور ہوگئے اور تمام ملک، ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک روحانیت کے زندگی بخش پانی سے سیراب ہوگئے۔ مُردہ تنوں کے لئے زندگی آ گئی۔ روانی اس حد تک بڑھی کہ تمام ایشیا کی خشک و بنجر زمین سرسبز و شاداب ہوگئی۔

فقیر

محمد عبدالقدیر صدیقی حسرتؔ

صدر شعبۂ دینیات کلیہ جامعہ عثمانیہ